استحسان*

احمد حسن

قرآن و سنت فقہ اسلامی کے دو بنیادی مآخذ ہیں ۔ اجتہاد اور استنباط احکام کی غرض سے انہی پر مبنی مزید دو اصول وضع کئے گئے جو اجماع و قیاس کہلاتے ہیں۔ اصول فقہ کی اصطلاح میں ان چاروں اصول کو ادلہ اربعہ کہا جاتا ہے ۔ قیاس کے ذیل میں علماء اصول بعض اضافی ماخذوں کو بھی ذکر کرتے ہیں جو درحقیقت قیاس ہی کا ایک حصہ ہیں ۔ ان میں استحسان، استصلاح، مصالح مرسلہ، استصحاب، استدلال، اسلام سے پہلے کی شریعتیں اور قول صحابہ مشہور ہیں ۔ انسانی معاشرہ تغیر پزیر ہے ۔ مرور زمانہ کے ساتھ حالات بدلتے رہتے ہیں، اور نئی نئی ضروریات پیش آتی رہتی ہیں۔ بعض حالات میں منصوص قانون کا اطلاق بجائے فائدہ کے نقصان کا باعث ہوتا ہے ۔ اس لئے ان مخصوص حالات میں بعض مصالح کے پیش نظر اس مقررہ قانون سے انحراف ناگزیر ہو جاتا ہے ۔ اس کی جگہ نصوص ہی پر مبنی کوئی دوسرا حکم لایا جاتا ہے ۔ یا پھر اجماع، عرف عام اور قیاس کی مدد سے، ضرورت و مصلحت کی رعایت رکھتے ہوئے، کوئی قانون بنانا پڑتا ہے ۔ یہ اضافی اصول اسی قسم کے حالات میں قانون سازی کے لئے وضع کئے گئے۔ اصول استحسان ان سب میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے ۔ جدید مغربی قانون میں equity (نصفت) سے ہم اس کا مقابلہ کرسکتے ہیں ۔ ملکی قانون میں جہاں کہیں عمومیت کی وجہ سے نقص ہو، یا سختی میں اعتدال پیدا کرنا ہو وہاں اصول نصفت (equity) سے

* پہلی دوسری صدی ہجری میں استحسان کے تصور اس کے استعمال اور اس کے ارتقاء پر ہم اپنے مقالہ "صدر اسلام میں اجتہاد" میں تفصیل سے گفتگو کر چکے ہیں (فکر و نظر دسمبر ۱۹۶۶ء) زیر نظر مقالہ میں متاخر دور میں اس اصول کا سرسری جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

ھی کام لیا جاتا ہے۔

علماء اصول نے استحسان کے جواز میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات پیش کی ھیں :

۱۔ فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون أحسنه (۳۹ : ۱۸)

ترجمہ : میرے ان بندوں کو خوشخبری دے دیجئے جو بات سنتے ھیں پھر اس میں سے بہتر کی اتباع کرتے ھیں۔

۲۔ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (۲ : ۱۸۵)

ترجمہ : اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاھتا ہے، اور تمہیں مشکل میں ڈالنا نہیں چاھتا۔

۳۔ ما جعل علیکم فی الدین من حرج (۲۲ : ۷۸)

ترجمہ : اللہ نے دین میں تمہارے اوپر کوئی تنگی نہیں کی ہے۔

اس سلسلہ میں فقہاء نے بعض احادیث سے بھی استدلال کیا ہے، استحسان کے اثبات میں عام طور پر مندرجہ ذیل حدیث پیش کی جاتی ہے۔

ماراٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن، و ماراٰہ المسلمون قبیحا فھو عند اللہ قبیح۔	مسلمان جس کو اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے، اور جس کو برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے۔

امام محمد نے موطا میں اس حدیث کو مرفوع نقل کیا ہے۔ لیکن اصول فقہ کی عام کتابوں میں اس کو عبداللہ بن مسعود کا قول بتایا گیا ہے۔

اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع معدوم کی ممانعت فرمائی ہے لیکن ضرورت کے پیش نظر بیع سلم کی اجازت دی ہے۔ اسی طرح درختوں پر لگے ہوئے پھل اور خشک پھلوں کے تبادلہ کو آپ نے منع فرمایا

ہے۔ لیکن عریہ کی اجازت دی ہے جس میں بعض ضروریات اور مصالح پیش نظر تھیں۔

ضرورت و مصلحت کی بنا پر احکام میں تبدیلی ایک مستقل موضوع ہے۔ علماء اصول نے اس کے لئے متعدد اصول وضع کئے ہیں۔ استحسان کا استعمال چونکہ کبھی مصلحت کی بنا پر بھی ہوتا ہے اس لئے ہم یہاں پر مختصر طور پر ضرورت و مصلحت کے بارے میں فقہاء کے اقوال نقل کرتے ہیں:

امام شاطبی نے مصلحت کی تعریف (۱) مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے:

ما یرجع الی قیام حیاة الانسان و تمام عیشه و نیله ما تقتضیه اوصافه الشهوانیة و العقلیة علی الاطلاق	مصالح وہ ہیں جو انسانی زندگی کے قیام اور اس کے کمال سے متعلق ہوں۔ اور جن کے ذریعہ وہ اپنے شہوانی اور عقلی اوصاف کے تقاضوں کو مکمل طور پر پورا کرے

لیکن مصالح و مفاسد میں شارع کی نظر کا اعتبار ہے نہ کہ مکلف کا۔ چنانچہ یہ بات کلیات کے سلسلہ میں بار بار دھرائی گئی ہے۔ ہم یہاں شاطبی کا قول نقل کرتے ہیں۔

ان الشریعة مبنیة علی اعتبار المصالح و ان المصالح انما اعتبرت من حیث وضعها الشارع کذلك لا من حیث ادراك المکلف (۲)	شریعت کا مدار مصالح کے اعتبار پر ہے، اور مصالح کا اعتبار شارع کے قرار دینے کی حیثیت سے ہوگا، مکلف کی سمجھ بوجھ کے موافق نہ ہوگا۔

علماء اصول نے مصالح کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے ضروریہ،

---

(۱) الشاطبی - الموافقات تونس - ۱۳۰۲ھ ج ۲ ص ۱۳
(۲) ایضاً ج ۵ - ص ۵۵

حاجیہ اور تحسینیہ ۔ مصالح ضروریہ میں دین، نفس، عقل، نسل اور مال کی حفاظت شامل ہے ۔ ان کو کلیات خمسہ کہا جاتا ہے اور ان پر انسانی زندگی کا قیام اور بقاء موقوف ہے ۔ ایک صالح معاشرہ کے وجود کے لئے بھی یہ ناگزیر ہیں ۔ دنیا کے ہر مذہبی قانون نے ان کی رعایت رکھی ہے ۔ مصالح حاجیہ پر زندگی کا قیام تو موقوف نہیں لیکن ایک خوشگوار زندگی کے لئے وہ ضروری ہیں ۔ یہ مصالح تمدنی زندگی سے متعلق ہیں ۔ مصالح تحسینیہ انسانی اخلاق، فضائل، عالی حوصلگی وغیرہ سے متعلق ہیں (۳) ۔ اصول استحسان کا استعمال زیادہ اسی قسم کے مصالح میں ہوتا ہے ۔ مصالح کے سلسلہ میں علماء اصول کے یہاں تقدم تاخر کے بھی درجے ہیں ۔ اور اس میں فقہاء کے درمیان اختلافات بھی ہیں ۔

اس تمہید کے بعد ہم اصل اصول کی طرف آتے ہیں ۔ لغت میں استحسان کسی چیز کے اچھا سمجھنے کو کہتے ہیں ۔ عربی محاورہ میں استحسن الرای، یا استحسن القول یا استحسن الطعام (یعنی اس نے رائے کو، یا بات کو ، یا کھانے کو اچھا سمجھا) وغیرہ کہا جاتا ہے ۔ فقہاء کے یہاں استحسان دو قسم کا ہے ۔ شریعت نے بعض چیزیں انسان کے اختیار، اجتہاد اور اس کے حالات پر چھوڑی ہیں ۔ مثلاً قرآن مجید میں دودھ پلانے والی عورت کو معاوضہ اور کپڑا دینے کا حکم ہے ۔ لیکن اس کی مقدار مقرر نہیں اس کو ہر شخص کی حیثیت پر چھوڑا گیا ہے ۔ اسی طرح جس عورت کا مہر طے نہ پایا ہو، اور اس کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دی ہو تو ایسی مطلقہ کو جوڑا یا کچھ خرچ رواج کے مطابق دینے کا حکم ہے ۔ لیکن یہاں بھی اس کی تعیین نہیں کی گئی ۔ یہ ہر شخص کے حالات پر منحصر ہے ۔ اس قسم کے اجتہاد اور غالب رائے سے کام لینے کو بھی استحسان سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ دوسری قسم وہ ہے جو قیاس ظاہر کے

---

(۳) الغزالی ۔ المستصفیٰ، قاہرہ ۱۹۳۷ء ج ۱ ۔ ص ۱۳۹ ۔ ۱۴۳

خلاف ہو(۴) اس پر ذیل میں تفصیل سے بحث آئے گی ۔ اصول فقہ میں اس کی تعریف میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے ذیل میں ہم چند مشہور تعریفیں نقل کرتے ہیں :

کرخی (متوفی ۳۴۰ھ) :

الاستحسان ہو ان یعدل الانسان عن أن یحکم فی المسألة بمثل ما حکم به فی نظائرھا الی خلافه، لوجه ہو أقوی من الاول یقتضی العدول عن الاول(۵)

استحسان سے مراد یہ ہے کہ انسان کسی مسئلہ میں اس فیصلہ سے ہٹ کر اس کے خلاف فیصلہ دے جو اس کے مشابہ مسائل میں پہلے دیا گیا ہو۔ اس کا یہ فیصلہ کسی ایسے سبب کی بنا ہو جو سابق فیصلہ سے قوی تر ہو اور اس سے انحراف کا متقاضی ہو۔

ابو بکر جصاص (متوفی ۳۷۰ھ) :

الاستحسان ہو ترك القیاس الی ما ہو اولی منه(۶) ۔

ظاہر قیاس کو چھوڑ کر اس سے بہتر (دلیل) اختیار کرنے کا نام استحسان ہے ۔

سرخسی (متوفی ۴۹۰ھ) :

و النوع الاخر (من الاستحسان) ہو الدلیل الذی یکون معارضا للقیاس الظاہر الذی تسبق الیه الاوہام قبل العام التامل فیه، و بعد العام التامل فی حکم الحادثه و اشباھها من الاصول

استحسان کی دوسری قسم وہ دلیل ہے جو قیاس ظاہر کے معارض ہو، جس کی طرف اس میں غور و فکر سے پہلے فوراً خیال جاتا ہو۔ اس (پیش آمدہ) واقعہ اور اس کے بنیادی نظائر میں غور و فکر

---

(۴) اصول السرخسی- قاہرہ ۱۳۷۲ھ ج ۲- ص ۲۰۰

(۵) ابو الحسین البصری- کتاب المعتمد ۔ دمشق ۱۹۶۴ھ ج ۲- ص ۸۴۰ - امام کرخی کی یہ تعریف اصول فقہ کی مختلف کتابوں میں مذکور ہے ہم نے نسبۃ قدامت کے سبب کتاب المعتمد سے لیا ہے ۔

(۶) اصول الجصاص مخطوطہ عکسی دارالکتب المصریہ اصول فقہ ۱۹ ۲ ورق ۱۹۲ ب

يظهر ان الدليل الذي عارضه فوقه في القوة فان العمل به هو الواجب، فسموا ذلك استحسانا للتميز بين هذا النوع من الدليل و بين الظاهر الذي تسبق اليه الاوهام قبل التامل على معنى انه يمال بالحكم عن ذلك الظاهر لكونه مستحسنا لقوة دليله(۷)

کے بعد یہ بات واضح ہوجائے کہ جو دلیل اس کے معارض ہے وہ قوت میں اس سے زیادہ ہے۔ کیونکہ اس (دلیل) پر عمل ضروری ہے۔ اس کو استحسان اس لئے کہتے ہیں کہ دلیل کی اس قسم اور ظاہر قیاس جس کی طرف غور و فکر سے پہلے فوراً خیال جاتا ہے امتیاز ہوسکے۔ اس طور پر کہ حکم اس ظاہر قیاس سے ہٹا ہوا ہوگا۔ اور اسی کو دلیل کی قوت کے سبب مستحسن سمجھا جائے گا۔

نسفی (متوفی ۷۱۰ھ) :

الاستحسان هو العدول عن قياس الى قياس اقوى منه۔ او هو دليل يعارض قياس الجلي(۸)

استحسان قیاس (ظاہر) کو چھوڑ کر اس سے قوی تر قیاس پر عمل کا نام ہے۔ یا استحسان ایسی دلیل کا نام ہے جو قیاس جلی کے معارض ہو۔

مالکی فقہاء میں سے ابو بکر بن العربی اور امام شاطبی کی استحسان کی تعریف مندرجہ ذیل ہے :

ابن العربی (متوفی ۵۴۳ھ) :

الاستحسان هو ايثار ترك مقتضى الدليل على طريق الاستثناء و الترخص لمعارضة ما يعارض به في بعض

کسی مسئلہ میں ظاہر دلیل جس حکم کی متقاضی ہو اس کے استثناء کے طور پر چھوڑنے کو ترجیح دینے اور اس کے

---

(۷) اصول السرخسی۔ قاہرہ ۱۹۵۴ء ج ۲۔ ص ۲۰۰

(۸) ابن الملک، شرح المنار قسطنطنیہ ۱۳۰۹ھ ص ۲۸۶

مقتضیاته(۹)

بعض تقاضوں پر بعض موانع کے سبب رخصت پر عمل کرنے کا نام استحسان ہے۔

شاطبی (متوفی ۷۹۰ھ) :

الاستحسان عندنا و عند الحنفيه هو العمل باقوی الدليلين فالعموم اذ استمر والقياس اذا اطرد فان مالكا و ابا حنيفة يريان تخصيص العموم باى دليل كان من ظاهراو معنى(۱۰)

استحسان ہمارے (مالکیوں) اور حنفیوں کے نزدیک دو دلیلوں میں سے قوی تر دلیل پر عمل کا نام ہے۔ کسی مسئلہ میں جب عموم جاری رہے، اور قیاس بھی اپنے عموم پر قائم رہے تو اس صورت میں مالک اور ابو حنیفہ عموم کی تخصیص، وہ کسی بھی ظاہری یا معنوی دلیل سے ہو، جائز سمجھتے ہیں۔

بعض حنبلی فقہاء نے استحسان کی تعریف اس طرح کی ہے :

طوفی (متوفی ۷۱۶ھ) :

اجود تعريف للاستحسان انه العدول بحكم المسألة عن نظائرها لدليل شرعي خاص و هو مذهب أحمد(۱۱)

استحسان کی سب سے اچھی تعریف یہ ہے کہ کسی مسئلہ میں کسی خاص شرعی دلیل کی بنا پر اس کے مشابہ مسائل کے حکم سے انحراف کیا جائے۔ یہی امام احمد کا مذہب ہے۔

ابن قدامہ (متوفی ۶۲۰ھ) :

اس نے استحسان کے تین معنی بتائے ہیں :

احدها : العدول بحكم المسألة

اول : کتاب و سنت سے ماخوذ کسی خاص

---

(۹) الشاطبی۔ الموافقات۔ تونس ۱۳۰۲ھ۔ ج ۴۔ ص ۱۰۴

(۱۰) ایضاً ص ۱۰۴

(۱۱) عبدالوهاب خلاف۔ مصادر التشريع الاسلامي۔ کویت ۱۹۷۰ء ص ۷۰

عن نظائرها لدليل خاص من كتاب او سنة	دلیل کی بنا پر کسی خاص مسئلہ میں اس کے مشابہ مسائل کے حکم سے انحراف کرنا
ثانيها : يستحسنه المجتهد بعقله	دوم : مجتہد اپنی عقل سے جس حکم کو اچھا سمجھے۔
ثالثها : دليل ينقدح في نفس المجتهد لا يقدر على التعبير عنه(١٢)	سوم : ایسی دلیل جو مجتہد کے ذہن میں تو کھٹکتی ہو لیکن وہ اس کی تعبیر، پر قادر نہ ہو۔

معتزلہ میں ابو الحسین بصری (متوفی ٤٣٦ھ) نے استحسان کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے۔

الاستحسان هو ترك وجه من وجوه الاجتهاد، غير شامل شمول الالفاظ بوجه هو اقوى منه، و هو في حكم الطارى على الاول(١٣)	استحسان سے مراد یہ ہے کہ وجوہ اجتہاد میں سے کسی ایک وجہ کو کسی قوی تر سبب کی بنا پر ترک کریں، اور اس میں الفاظ کا عموم شامل نہ ہو، اپنے سابق نظائر کے مقابلہ میں یہ کسی نئے پیش آمدہ مسئلہ کے حکم کے بارے میں ہوگا۔

مختلف مکاتب فقہ کے ائمہ کی یہ چند تعریفات ہم نے اوپر ذکر کی ہیں، اور ان سب تعریفات کو نظر انداز کرتے ہیں جو امام شوکانی نے ارشاد الفحول میں دی ہیں، یا جو دوسری کتابوں میں درج ہیں۔

مندرجہ بالا تعریفات سے دو اہم نتائج نکالے جاسکتے ہیں :

---

(١٢) ابن قدامه المقدسی- روضة الناظر قاهره ١٣٤٨ھ ص ٨٥-٨٦

(١٣) کتاب المعتمد ج ٢ ص ٨٤٠

اول یہ کہ علماء اصول کے درمیان استحسان کی تعریف میں اختلاف کے باوجود اس کے مفہوم پر اتفاق ہے۔ وہ یہ کہ استحسان کسی مسئلہ میں ایک مقررہ حکم سے ہٹ کر (عدول) دوسرا حکم اختیار کرنے کو کہتے ہیں، یا ایک متعین حکم پر دوسرے حکم کو ترجیح (ایثار) کا نام استحسان ہے یا ایک حکم کو نظر انداز (طرح) کرنے یا کسی کلی حکم سے جزوی طور پر استثناء کو یا عام حکم میں تخصیص کرنے کو استحسان کہا جاتا ہے۔ نیز اس بات پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ اس انحراف، عدول، ترجیح، استثناء، یا تخصیص کے لیے کسی دلیل شرعی کی ضرورت ہے۔ یہ دلیل نص بھی ہو سکتی ہے، دلیل عقلی بھی ممکن ہے، عرف اور مصلحت بھی سند بن سکتے ہیں، اسی دلیل شرعی کو اصطلاح میں وجہ استحسان یا سند استحسان کہا جاتا ہے۔

دوم یہ کہ انحراف کبھی ایسے حکم سے ہوتا ہے جو نص کے عمومی اور متبادر مفہوم سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور کبھی ایسے حکم سے جس کو قیاس ظاہر بتلاتا ہے۔ اور بعض اوقات ایسے حکم کو چھوڑا جاتا ہے جو کسی شرعی کلیہ پر مبنی ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا تعریفات کی روشنی میں استحسان کی ایک جامع اور آسان تعریف ان لفظوں میں کی جاسکتی ہے:

کسی مسئلہ میں دلیل شرعی کی رو سے جو حکم مقرر ہے کسی قوی سبب کی بنا پر اس کو چھوڑ کر کوئی دوسرا حکم اختیار کرنا جو خود بھی کسی دلیل شرعی پر مبنی ہو استحسان کہلاتا ہے۔

استحسان تین اعتبار سے ہو سکتا ہے۔ (۱) مقررہ حکم سے انحراف۔ (۲) اس حکم کے لحاظ سے جس کو اختیار کیا گیا ہو۔ (۳) وہ سند جس کی بنا پر مقررہ حکم سے انحراف ہو۔ پہلی اور دوسری قسم کی مندرجہ ذیل تین شکلیں ہو سکتی ہیں۔ اول یہ کہ ظاہر قیاس کو چھوڑ کر قیاس خفی کو اختیار کرنا۔ دوم یہ کہ کسی نص کے عام اور متبادر مفہوم کو چھوڑ کر

کوئی دوسرا حکم اختیار کرنا ۔ سوم یہ کہ کسی کلی حکم سے استثناء کرنا

پہلی شکل کی چند مثالیں یہ ہیں :

احناف کے نزدیک زرعی اراضی کے وقف کرنے کی صورت میں آبپاشی، زمین میں تصرف، اور آمد و رفت کے حقوق عام قواعد (قیاس ظاہر) کی رو سے تبعاً داخل نہیں ہوں گے، جب تک ان کا وقف کرتے وقت بالصراحۃ ذکر نہ کیا جائے، لیکن استحسان کی رو سے یہ مراعات بھی حاصل رہیں گی، چاہے واقف نے ان کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ مسئلہ زیر بحث میں قیاس ظاہر کی صورت میں مقیس علیہ بیع کو سمجھا گیا ہے ۔ جس طرح فروخت کے بعد بائع کی ملکیت فروخت شدہ شے سے زائل ہوجاتی ہے ۔ اسی طرح وقف سے بھی واقف کی ملکیت زائل ہو جاتی ہے ۔

زرعی زمین کی فروخت کی صورت میں آبپاشی، زمین میں تصرف، اور آمد و رفت کے حقوق بھی ختم ہو جاتے ہیں ۔ الا یہ کہ ان کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا جائے ۔ لیکن اس مسئلہ میں استحسان کی صورت میں قیاس خفی پر عمل کیا گیا ہے ۔ قیاس خفی کی صورت میں مقیس علیہ یا اصل اجارہ ہے نہ کہ بیع ۔ کیونکہ دونوں سے مشترک مقصود انتفاع ہے نہ کہ ملکیت عین ۔ چنانچہ زرعی زمین کو اجارہ پر دینے کی صورت میں آبپاشی، تصرف اور آمد ورفت کے حقوق باقی رہیں گے، چاہے ان کا ذکر نہ کیا جائے ۔ یہ صورت وقف میں بھی ہوگی ۔ اس مسئلہ میں قیاس ظاہر کو چھوڑ کر قیاس خفی کو اختیار کیا گیا ہے ۔ اسی کا نام استحسان ہے ۔ زمین سے انتفاع بغیر حقوق دئے نہیں ہوسکتا ۔

ایک اور مثال لیجئے ۔ حنفیہ کے نزدیک تیز پنجے والے پرندوں، مثلاً شکرے، گدھ، کوے اور چیل کا جوٹھا قیاس ظاہر کی رو سے نجس ہے ۔ لیکن استحسان کی رو سے یہ پاک ہے ۔ نجس ہونے کی صورت میں ان پرندوں کے جوٹھے کو عام درندوں مثلاً بھیڑئے، چیتے، شیر اور تیندوے کے جوٹھے نہ

قیاس کیا گیا ہے یہ قیاس ظاہر اور عام قواعد کے مطابق ہے۔ لیکن پاک ہونے کی صورت میں ان پرندوں کے جوٹھے کو انسان کے جوٹھے پر قیاس کیا گیا۔ انسان کا گوشت نہیں کھایا جاتا، لیکن اس کا جوٹھا پاک ہے۔ استحسان کی وجہ یہاں یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ پرندے اپنی چونچ سے پانی پیتے ہیں جو ہڈی کی ہے اس کا اثر پانی میں نہیں آتا۔ اس کے برعکس درندے اپنی زبان سے پانی پیتے ہیں جس سے ان کا لعاب نکل کر پانی میں شامل ہوجاتا ہے، جو ان کے گوشت سے پیدا شدہ ہے۔ اس لئے ان کا جوٹھا نجس ہے (۱۴)

ضرورت کی بنا پر استحسان کی متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ قحط کے زمانے میں حضرت عمر نے چور کا ہاتھ کاٹنے کی ممانعت کردی تھی۔ یہ ایک عام حکم سے تخصیص تھی جو ضرورت کی بنا پر کی گئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع سلم اور عریہ کی اجازت عام انسانی ضرورت کی بنا پر ہی دی تھی۔

تیسری قسم کی چند مثالیں یہ ہیں :

اگر امین کا انتقال ہوجائے اور اس نے کسی کو یہ نہ بتلایا ہو کہ امانت کہاں رکھی ہے تو اس صورت میں قیاس ظاہر کی رو سے اس کو قیمت ادا کرنا پڑے گی۔ کیونکہ امانت کا اس طرح چھپانا کہ اس کا کسی کو علم نہ ہو اس کی حفاظت میں کوتاہی ہے۔ تاہم اگر باپ امین ہو اور اس کے ساتھ یہ صورت پیش آئے تو وہ ضامن نہ ہوگا۔ اس لئے کہ باپ کو اپنے بیٹے کے مال میں تصرف اور تجارت کی اجازت ہے۔ یہ ایک استثنائی حکم ہے جو استحساناً جائز ہے۔

اسی طرح امانت کے ضائع ہونے کی صورت میں امین اس کا ضامن نہیں ہوگا، بشرطیکہ اس کے تلف ہونے میں اس کا کوئی قصور نہ ہو۔ لیکن جو

---

(۱۴) اصول السرخسی ج ۲، ص ۲۰۴

چیزیں اجرت پر ٹھیک کرنے رنگوانے یا دھلوانے کے لئے دی جاتی ہیں وہ اس کلیہ سے مستثنی ہیں ۔ اگر یہ چیزیں دوکاندار کے پاس ضائع ہوں گی تو وہ ان کا ضامن ہوگا۔ الا یہ کہ ایسی کوئی ناگہانی آفت آ جائے جس میں وہ مجبور ہو۔ یہاں استحسان کا سبب یہ ہے کہ اگر ان چیزوں کے تلف ہونے پر قیمت نہ لی جائے تو کوئی شخص بھی اجرت پر دی جانے والی چیزوں کی حفاظت نہیں کرے گا۔ اور اس طرح اجرت پر عام کاروبار مشکل ہو جائے گا۔

سند یا وجہ استحسان کے اعتبار سے حنفیہ نے استحسان کو مندرجہ ذیل قسموں میں تقسیم کیا ہے :

(۱) نص

(۲) اجماع

(۳) قیاس خفی

(۴) عرف

(۵) مصلحت و ضرورت

نص کی صورت میں استحسان کی مثال میں ہم بیع سلم و عریہ کو پیش کر چکے ہیں ۔ عریہ کی صورت یہ ہوتی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مسلمان دوسرے غریب مسلمان کو اپنے باغ میں چند کھجوروں کے درختوں میں سے کھجوریں کھانے کی اجازت دیدیتا تھا ۔ اس کی آمد و رفت سے بعض اوقات اس کو تکلیف ہوتی ۔ اس لئے درخت پر جو کھجوریں ہوتیں ان کے بدلے میں اندازاً وہ اس کو خشک کھجوریں دیدیتا ۔ حالانکہ حدیث میں اس قسم کے پھلوں کے تبادلہ کی ممانعت ہے لیکن ضرورت کی بنا پر عریہ کی اجازت دیدی تھی ۔

روزہ میں بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ۔ حالانکہ قیاس اور

عام قاعدہ کی رو سے روزہ ٹوٹ جانا چاھئیے۔ یہاں بھی قیاس کے مقابلہ میں نص موجود ہے۔ اس لئے عام حکم سے اس کو مستثنی قرار دے کر استحسان سمجھا گیا(۱۵)

در حقیقت ایسے احکام کو نص کی بنا پر استحسان سمجھنا محض مجازاً ہوگا نہ کہ حقیقۃً۔ کیونکہ اس قسم کے احکام نص سے ثابت ہیں۔

اب استحسان اجماع کو لیجئیے۔ اس کی مثال میں عام طور پر استصناع کو پیش کیا جاتا ہے۔ قیاس (عام قوانین) کی رو سے کسی معدوم چیز کے بارے میں کوئی لین دین یا معاھدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن استصناع (اجرت پر کوئی چیز بنوانا) اس کلی حکم سے مستثنی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اگر اجرت پر چیزیں بنوانے کی ممانعت کردی جائے، جیسا کہ عام قاعدہ اس کا متقاضی ہے، تو لوگوں کو روز مرہ کی ضروریات میں تنگی ہوگی جو خلاف مصلحت ہے۔ مصلحت کی بنا پر اس کو جائز رکھا گیا ہے، اور اس پر اجماع ہے(۱۶)۔

قیاس خفی کی مثالیں اوپر گذر چکی ہیں۔

عرف کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص یہ قسم کھائے کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا۔ اس کے بعد اگر وہ مچھلی کھائے تو حانث نہیں ہوگا۔ ظاھر قیاس کی رو سے تو اس کی قسم ٹوٹ گئی اور اس کو کفارہ ادا کرنا چاھئے کیونکہ مچھلی کا گوشت بھی گوشت ہی کی ایک قسم ہے۔ تاھم عرف عام میں مچھلی کے گوشت کو گوشت نہیں کہتے، اس لئے استحساناً اس کو حانث نہیں سمجھا جائے گا۔ اسی طرح حمام میں غسل کرنے کے لئے پانی کی مقدار کا کوئی تعین نہیں ہوتا، اور اجرت طے ہو جاتی ہے۔ اس لئے قیاس کی رو سے تو اجرت جائز نہیں

(۱۵) عبید اللہ بن مسعود التوضیح مع التلویح۔ قاھرہ ج ۲، ص ۸۲۔

(۱۶) اصول السرخسی ج ۲۔ ص ۲۰۳۔

ہونا چاہئے۔ لیکن عرف کی بنا پر اس اجرت کو جائز سمجھا گیا ہے اور یہ استحسان ہی کی ایک صورت ہے۔

مصلحت اور ضرورت کی بنا پر استحسان کی چند مثالیں یہ ہیں۔ تمام ضرورت کی بنا پر ایسے حوضوں کو جن کا طول و عرض دہ در دہ ہو جاری پانی کے حکم میں سمجھا گیا ہے۔ اگر ان میں نجاست گر جائے تو استحساناً وہ جاری پانی کے حکم میں ہونے کے سبب نجس نہیں ہوں گے۔

کنویں کی نجاست کی صورت میں پانی کی ایک خاص مقدار نکالنے سے کنواں پاک ہوجاتا ہے۔ حالانکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ سارا پانی نکالا جائے۔

پیشاب کے باریک قطرے یا بارش کے زمانہ میں سڑک پر چلنے سے کیچڑ کے چھینٹے اگر کپڑوں پر پڑجائیں تو کپڑے نجس نہیں ہوتے۔ اگرچہ قیاس کی رو سے یہ نجس ہوں گے۔ اس میں چونکہ تنگی ہے اور عموم بلویٰ و ضرورت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو نظر انداز کیا جائے۔

استحسان درحقیقت اس لئے حجت ہے کہ اس کی بنیاد یا تو کسی اثر پر ہوتی ہے، جیسے بیع سلم، اجارہ، روزہ میں بھول کر کھانا، یا اجماع پر جیسے استصناع، یا عرف و ضرورت پر جیسے حوضوں کی طہارت کا حکم، یا پھر قیاس خفی پر (۱۷)

مالکیہ کے نزدیک وجہ استحسان کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں: عرف مصلحت اور رفع حرج

عرف کی مثالیں اوپر بیان ہو چکی ہیں۔

مصلحت کی ایک مثال یہ ہے کہ شرکت کی صورت میں اگر ایک شریک

---

(۱۷) عبید اللہ بن مسعود التوضیح۔ قاہرہ ج ۲ ص ۸۲

مال تلف کردے تو قیاس کی رو سے وہ ضامن نہیں ہوگا کیونکہ وہ خود بھی جزوی طور پر اس کا مالک ہے۔ لیکن استحسان کی رو سے وہ ضامن ہوگا۔ یہ ضمانت اس مصلحت کی بنا پر ہے کہ اس طرح لوگوں کے مال ضائع ہونے سے محفوظ ہو جائیں گے۔ ورنہ ہر شریک دوسرے کا مال لے اڑے گا۔

رفع حرج کی مثالیں ضرورت کے تحت ہم اوپر ذکر کرچکے ہیں۔ ایک مثال یہ بھی دی جاتی ہے کہ معاملات میں ملازم کا معمولی غبن استحساناً نظر انداز کردیا جائے گا۔ اور اس پر کوئی ضمانت نہیں ہوگی۔ لیکن غیر معمولی رقم یا قیمتی شے کی صورت میں وہ ضامن ہوگا۔

حنفیہ اور مالکیہ نے سند استحسان کی مندرجہ بالا صورتیں بتلائی ہیں۔ ان میں دو صورتوں پر وہ متفق ہیں۔ اول اس استحسان پر جس کا سبب عرف ہو، دوم اس پر جس کی وجہ مصلحت ہو۔ مصلحت میں حنفیہ کی اصطلاح میں ضرورت اور مالکیہ کی اصطلاح میں رفع حرج دونوں داخل ہیں۔

اس جائزہ کے بعد اب ہم استحسان کو اس طرح بیان کرسکتے ہیں:

استحسان کسی ایسے حکم سے انحراف کا نام ہے جس کے قیاس ظاہر، یا عام قواعد، یا کلی احکام متقاضی ہوں، لیکن یہ انحراف عرف، مصلحت، ضرورت حصول منفعت، دفع مضرت یا رفع حرج کے سبب ہو۔ استحسان کی یہ تعریف تقریباً متفق علیہ ہے۔

اب باقی رہیں وہ دو صورتیں جو حنفیہ کے یہاں تو استحسان کہلاتی ہیں، لیکن مالکیہ ان کو استحسان نہیں سمجھتے۔ یہ دو صورتیں قیاس خفی اور نص ہیں۔ ان دونوں کے بارے میں ہم پہلے اشارۃً کہ چکے ہیں کہ ان کو مجازاً استحسان کہا جاتا ہے، ورنہ درحقیقت ان کی بنیاد قیاس اور نص پر ہے۔

قیاس خفی کی صورت میں ایک قیاس کو دوسرے پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اور نص کی صورت میں حکم ابتداءً نص پر مبنی ہوتا ہے۔

حنفی فقہاء کے نزدیک جو حکم استحسان پر مبنی ہو، اور اس کا سبب قیاس خفی ہو، ایسے حکم پر اس کے مشابہ دوسرے واقعات کو بھی قیاس کیا جاتا ہے۔ لیکن جس استحسان کا سبب نص، اجماع، عرف یا ضرورت ہو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ایک استثنائی قانون ہونے کی بنا پر ہے جس کو عام کرنا درست نہیں ہے(۱۸)

قیاس خفی کی صورت میں استحسان پر جو قیاس جائز ہے اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اگر مال پر قبضہ کرنے سے بائع اور مشتری کے درمیان قیمت کی مقدار کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو ان سے قسم لی جائے گی۔ یہ قیاس خفی کی صورت میں ہے۔ اس کا اطلاق بائع و مشتری کے وارثوں پر بھی ہو سکتا ہے، اگر بائع و مشتری کے انتقال کے بعد ان کے وارثوں کے درمیان قیمت میں اختلاف ہو جائے تو ان سے بھی قسم لی جائے گی۔ اجارہ کو بھی اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً کرایہ پر لینے اور دینے والے کے درمیان کرایہ کی مقدار میں اختلاف ہوجائے تو ان سے بھی قسم لی جائے گی۔

باقی تین صورتوں میں قیاس درست نہیں ہے۔ لیکن یہ نظریہ اس لئے محل نظر معلوم ہوتا ہے کہ قیاس علت کے اشتراک کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگر علت مشترک ہے تو پھر قیاس درست ہونا چاہیئے، خواہ حکم استثنائی ہو یا ابتدائی(۱۹)

قیاس خفی کی صورت میں استحسان میں متاخرین فقہاء نے دلیل (علت) کے اثر کی قوت و ضعف کا اعتبار کیا ہے، ظہور و خفاء کا نہیں۔ قیاس جلی

---

(۱۸) اصول السرخسی ج ۲ ص ۲۰۶-۲۰۷

(۱۹) عبد الوہاب خلاف۔ مصادر التشریع الاسلامی فیما لانص فیہ۔ کویت ۱۹۷۰ء ص ۷۶

و خفی میں تعارض کی صورت میں قیاس خفی کو ترجیح اسی صورت میں ہوگی جہاں دلیل خفی دلیل ظاہر کے مقابلہ میں زیادہ قوی اور موثر ہو۔ ورنہ پھر قیاس جلی کو ہی اختیار کیا جائے گا۔ جب استحسان و قیاس کا مقابلہ دلیل کی قوت کے اعتبار سے ہو تو اس کی چار قسمیں بنتی ہیں ۔ اسی طرح جب ان میں تعارض دلیل کی صحت کے لحاظ سے ہو تو اس کی بھی چار قسمیں بنتی ہیں ۔ دونوں کو ضرب دینے سے اس کی سولہ قسمیں بنتی ہیں ۔ ان میں بعض صورتوں میں قیاس کو ترجح دی جائے گی، بعض میں استحسان کو۔ یہ بحث چونکہ خالص فنی ہے اس لئے ہم نے یہاں اس کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ اصول فقہ کی کتابوں میں اس پر تفصیلی بحث دیکھی جاسکتی ہے(۲۰)

حجیت استحسان کے بارے میں تین نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں ۔ حنفیہ، مالکیہ اور حنبلیہ کے نزدیک استحسان ایک دلیل شرعی ہے ۔ قیاس کی طرح اس سے بھی استنباط احکام میں مدد لی جاسکتی ہے ۔ شوافع کے نزدیک استحسان دلیل شرعی نہیں ہے ۔ ان کا خیال ہے کہ استحسان شخصی رائے اور ہوائے نفس پر مبنی ہے ۔ اور ترجیح بلا دلیل کے دی جاتی ہے۔ اجتہاد کا یہ طریقہ ان کے نزدیک لذت اندوزی کے مترادف ہے، کیونکہ استحسان دلیل شرعی کے مقابلہ میں مستعمل ہے ۔ تیسرے گروہ کا خیال ہے کہ استحسان دلیل شرعی تو ضرور ہے، لیکن مستقل دلیل نہیں ہے ۔ حقیقت میں یہ دوسری تسلیم شدہ دلیلوں پر مبنی ہے ۔ کیونکہ اگر استحسان کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ قیاس ہی ہے، یا پھر اس کی بنیاد نص، عرف، اجماع یا مصلحت پر ہوتی ہے ۔ اس گروہ کی نمائندگی امام شوکانی کرتے ہیں ۔ استحسان پر بحث ختم کرتے ہوئے وہ رقمطراز ہیں :

فعرفت بمجموع ما ذکرنا ان   ہم نے سابق میں جو بیان کیا اس سے

---

(۲۰) عبید اللہ بن مسعود۔ التوضیح مع التلویح ج ۲۔ ص ۸۱ - ۸۲
نیز ملاحظہ ہو مولانا محمد تقی امینی۔فقہ اسلامی کا تاریخی منظر۔ لاہور۔ تاریخ طباعت درج نہیں۔ ص ۲۵۵ - ۲۵۷

ذکر الاستحسان فی بحث مستقل لافائدہ فیہ اصلا، لانہ ان کان راجعا الی الادلۃ المتقدمۃ فھو تکرار۔ و ان کان خارجا عنھا فلیس من الشرع فی شئی۔ بل ھو من التقول علی ھذہ الشریعۃ بمالم یکن فیھا تارۃ و بما یضادھا اخری(۲۱)

مجموعی طور پر تم نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ مستقل بحث کے طور پر استحسان کے ذکر کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ استحسان اگر انجام کار الہی دلائل کی طرف لوٹتا ہے جن کا ذکر پہلے گذر چکا تو اس کا ذکر محض تکرار ہوگا۔ اگر ان دلائل سے خارج یہ کوئی علحیدہ اصول ہے تو پھر شریعت سے اس کا کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہ ایسا اصول ہے جو شریعت میں کبھی نہیں رہا بلکہ اس کے مخالف ہے اور اس کی حیثیت شرع میں سخن سازی کی ہے۔

حجیت استحسان کے بارے میں علماء اصول خصوصاً حنفیہ نے بہت تفصیل سے بحث کی ہے۔ اس مقالہ کے شروع میں ہم نے اختصار کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔ اس پر ہم مزید گفتگو نہیں کریں گے۔

امام شافعی نے استحسان کے رد میں تفصیل سے دلائل دئے ہیں۔ ہم نے اپنے ایک مقالہ میں ان کا جائزہ لیا ہے(۲۲)۔ ان کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے۔

اول یہ کہ ایک مسلمان کو ہر حال میں خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرنا چاہئے۔ یا پھر ان احکام کی جو نصوص پر مبنی ہوں۔ رہا استحسان تو اس میں مجتہد کے اپنے ذوق، انفرادی رائے، اور میلان طبع کو زیادہ دخل ہے۔ اپنی ذاتی پسند اور خواہش سے مجتہد جس حکم کو چاہتا ہے اختیار کرلیتا ہے۔

---

(۲۱) الشوکانی۔ ارشاد الفحول سورابایا ۱۳۴۳ھ۔ ص ۲۱۲

(۲۲) اصول فقہ اور امام شافعی فکر و نظر جولائی ۱۹۶۴ء ص ۵۳-۵۰

لیکن اس کے پاس کوئی ٹھوس دلیل نہیں ہوتی۔ اس لئے جو حکم تلذذ اور تذوق پر مبنی ہو وہ شرعی نہیں ہوسکتا۔

دوم یہ کہ جن مسائل کے بارے میں قرآن و سنت میں واضح نصوص موجود ھیں ان میں نصوص کی پیروی لازم ہے۔ یا ان پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ نصوص و قیاس کے سوا کوئی تیسرا طریقہ قابل اتباع نہیں ہو سکتا۔ استحسان میں در حقیقت ایک مجتہد شخصی رائے کو دلیل شرعی پر مقدم سمجتھا ہے۔ ایسا اصول کبھی دلیل شرعی نہیں بن سکتا۔

علماء اصول نے امام شافعی کے اعتراضات کا جواب بہت تفصیل سے دیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ استحسان کو ہوائے نفس، تلذذ، تذوق، شخصی رائے، نصوص کی مخالفت، یا نصوص پر رائے کو مقدم کہنا محض غلط فہمی پر مبنی ہے۔ پہلی دوسری صدی ھجری میں استحسان کا استعمال اور متاخر دور میں اس کے بارے میں تفصیلی مباحث اس بات کا بین ثبوت ھیں کہ استحسان کا ہوائے نفس سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ تعارض ادلہ کی صورت میں قوی دلیل کو ترجیح دینے کا نام استحسان ہے۔ متاخر دور میں بھی تقلید کے سبب شوافع کی طرف سے استحسان کا برابر انکار کیا جاتا رہا۔ اور اس کی حقیقت کی طرف قطعاً التفات نہیں کیا گیا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو امام شافعی کی تصانیف میں متعدد مسائل میں یہ اصول کارفرما نظر آتا ہے۔ اگرچہ اصطلاح میں وہ اس کو استحسان نہیں کہتے(۲۳)۔ تاہم بعض حقیقت پسند فقہاء شافعیہ نے اس کی تائید کی ہے۔

علامہ تقتا زانی (متوفی ۶۵۶ھ) لکھتے ھیں:

"اصول استحسان کے حامیوں نے اس کی شدت سے مدافعت کی ہے۔ اور مخالفین نے ان پر کثرت سے اعتراضات کئے ھیں۔ لیکن حقیقت

---

(۲۳) اصول فقہ اور امام شافعی فکر و نظر، جولائی ۱۹۶۲ء ص ۵۰

میں دونوں نے ایک دوسرے کا مقصد نہیں سمجھا ۔ اور لاپروائی سے ایک فریق نے دوسرے پر لعن طعن کرنا شروع کردیا ۔ استحسان کے قائلین در حقیقت اس کو ادلہ اربعہ میں سے ایک دلیل بتلاتے ہیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس نے استحسان سے کام لیا اس نے اپنی طرف سے قانون سازی کی تو اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں شارع کی طرف سے کوئی دلیل موجود نہیں ہوتی اور اس میں ایک مجتہد اپنے نزدیک ایک دلیل کو اچھا سمجھ کر (استحساناً) حکم ثابت کرتا ہے تو گویا وہ ایک لحاظ سے اپنی طرف سے قانون سازی کررہا ہے (جس کا وہ مجاز نہیں ہے)۔

سچ یہ ہے کہ استحسان کے بارے میں نزاع کی کوئی گنجائش موجود نہیں ۔ اگر نزاع محض ایک اصطلاحی نام رکھنے کے سبب سے ہے تو اصطلاح کے بارے میں جھگڑے کا کوئی جواز نہیں (۲۴) ۔

مخالفین استحسان کا جواب دیتے ہوئے امام شاطبی مالکی (متوفی ۷۹۰ھ) لکھتے ہیں :

ان من استحسن لم یرجع الی مجرد ذوقه و تشهیه و انما رجع الی ما علم من قصد الشارع فی الجملة فی امثال تلك الاشیاء المفروضة كالمسائل التی یقتضی القیاس فیها امرا الا ان ذلك الامر یؤدی الی فوت مصلحة من جهة آخری او جلب مفسدة كذلك(۲۵)

جو شخص استحسان سے کام لیتا ہے وہ صرف اپنے ذوق اور خواہش کی طرف ہی رجوع نہیں کرتا، بلکہ اس واقعہ کے مشابہ پیش آنے والے واقعات میں وہ شارع کے مقصود کی طرف بھی فی الجملہ رجوع کرتا ہے، جس کو وہ سمجھتا ہے مثلاً بعض ایسے مسائل ہیں جن میں قیاس کسی خاص حکم کا متقاضی ہوتا

---

(۲۴) التفتازانی۔ شرح التلویح علی التوضیح قاہرہ ۱۹۰۷ء ج ۲۔ ص ۸۱

(۲۵) الشاطبی۔ المواقفات۔ تونس ۱۳۰۲ھ ج ۴، ص ۱۰۳

ہے، لیکن (اس کے اطلاق کی صورت میں)
وہ حکم ایک لحاظ سے کسی مصلحت کے
فوت ہونے یا نقصان و بگاڑ کا باعث بنتا
ہے۔

حوادث اور احکام کے استقراء سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیاس، کلی قواعد، اور عام قوانین پر اگر سختی سے عمل کیا جائے تو بعض مسائل یا حالات میں اس حکم یا قانون کے اطلاق سے جو مصلحت مقصود ہوتی ہے وہ فوت ہوجاتی ہے۔ اور بجائے منفعت کے فساد اور ضرر لازم آتے ہیں۔ اس لئے عقلی طور پر بھی عدل و رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ مجتہد کے لئے اصول تشریع میں اتنی گنجائش موجود ہو کہ بعض خاص مسائل، یا بدلتے ہوئے حالات و ظروف میں عام قوانین اور قیاس سے ہٹ کر مصلحت و منفعت کو حاصل کرنے اور فساد و مضرت سے بچنے کے لئے وہ کوئی دوسرا طریقہ اختیار کر سکے۔ اسی کا نام اصول استحسان ہے۔ دور حاضر میں بھی اس اصول کے ذریعہ ہم اپنے بہت سے ایسے مسائل حل کر سکتے ہیں جن کا جواب ہمیں اپنے قدیم فقہی ادب میں نہیں ملتا۔